Fikr-o-Nasar (Islamabad) 17:5-6 (1979)

سیرتِ انبیاء کے ابدی نشانات

ڈاکٹر محمد ریاض

قرآن مجید، احادیث رسولؐ، تفاسیر اور تواریخ کا مطالعہ مظہر ہے کہ اس خاکداں میں نیکی، اخلاق اور معاشرتی عدل کے ابدی نقوش انبیائے کرام نے ہی فراہم فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بے شک خالق کائنات ہونے کے ساتھ ساتھ ہادیٔ کل بھی ہے مگر اس کی حکمت اور مصلحت بینی اس کی متقاضی ہوئی کہ ہر قوم و ملت میں انبیاء مبعوث فرمائے، انہیں صحیفہ ہائے ہدایت دے اور ان نفوس زکیہ کے ذریعے انسانوں کو رشد و ہدایت کے راستے کی طرف بلائے۔

قرآن مجید میں یہ بات کئی مواقع پر بیان کی گئی ہے کہ ہر قوم و ملت میں ایک یا زیادہ نبی آئے ہیں[1] ہدایت کا یہ سلسلہ ابوالبشر حضرت آدم سے شروع ہوا اور حضرت محمد مصطفیٰ خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کا خاتمہ اور تکامل ہو گیا۔ انبیاء کی تعداد ہزاروں بتائی جاتی ہے بلکہ عرف عام میں یہ تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار مشہور ہے، مگر ہمیں صرف محدودے چند انبیاء کے اسمائے گرامی معلوم ہیں۔ اس کے علاوہ بہت کم انبیاء ہیں جن کے بارے میں ہماری معلومات مجمل کے دائرے سے نکل کر مفصل کی حدود میں داخل ہوتی ہیں۔ تاہم خاتم الانبیاء حضرت محمدؐ کے علاوہ کم از کم ایک درجن پیغامبروں کے بارے میں خود قرآن مجید اتنی تفاصیل بہم پہنچاتا ہے کہ اس کے ذریعے انسانیت رشد و ہدائیت کے ان سراپا نور میناروں کی تجلیات سے اب بھی بہرہ مند ہو سکتی ہے۔ آئیے ان انبیائے عظام کے چیدہ چیدہ اقوال اور افعال کو خاطر نشیں کریں۔

حضرت نوحؑ

حضرت نوحؑ، ایک طرح کے آدم ثانی ہیں کیونکہ ان کے زمانے میں آنے والے طوفان میں ان کے مومن پیرو کار ہی بچے تھے اور اسی کے لگ بھگ ان افراد کے ذریعہ ہی اولاد آدم کی تولید و تکثیر ہوئی۔ حضرت نوحؑ نے کئی سو سال

تک تبلیغ کی اور درس توحید دیا مگر معاصر امرا و اشراف نے ود، یغوث، یعوق اور نسر[۲] نام کے بتوں کی پرستش نہ چھوڑی۔ وہ حضرت نوحؑ کے پیروؤں کی غربت و افلاس کا استہزا کرتے[۳] اور حضرت موصوف سے کہتے کہ ان کا خیال ترک کر دیں مگر وہ ان کی خاطر داری سے کیسے دستکش ہو سکتے تھے؟ حضرت نوحؑ نے آخر اللہ تعالیٰ سے التماس کی کہ کفار سے روئے زمین کی تطہیر کر دی جائے اور ان کی یہ دعا مقبول ہوئی[۴]۔ طوفان نوح کا معروف واقعہ کوئی چار ہزار سال قبل از مسیح میں پیش آیا اور حضرت نوحؑ کی کشتی مشہور ہے کہ موصل کے نزدیک اور دریائے دجلہ کے مشرق میں جودی کے پہاڑ پر رکی تھی۔ قرآن مجید میں حضرت نوحؑ کا ذکر ۴۳ بار آیا اور ان کی دعوت توحید کو یہ بہت بڑا خراج تحسین ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو بھی ان کے مخصوص پیروکاروں میں شمار کیا گیا ہے[۵]۔

حضرت ابراہیمؑ

حضرت ابراہیم خلیلؑ کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے نمونہ عمل[۶] بنایا اور انہیں اپنا خلیل (خاص دوست) موسوم کیا[۷]۔ وہ صحیفہ ہائے ہدایت بھی[۸] لائے تھے۔ آپ کا مولد بابل کا شہر ارتھا۔ ان کی نبرد آزمائی ایک طرف معاصر حکمران نمرود سے تھی اور دوسری طرف ان کے والد یا چچا آزر سے جو ایک معروف بت ساز تھا۔ آپ کی بت شکنی کا واقعہ مشہور ہے اور اسی طرح دہکتی ہوئی آگ میں آپ کو ڈالا جانا اور اس کا گل و گلزار بن جانا بھی قرآن مجید میں مذکور ہے[۹]۔

حضرت ابراہیمؑ کی ایک دوسری بڑی آزمائش یہ تھی کہ اپنے رؤیائے صادقہ کے مطابق انہوں نے اپنے بیٹے کو راہ خدا میں قربان کرنے کی کوشش کی[۱۰]۔ وہ ان آزمائشوں میں کامیاب ہو کر لوگوں کے امام[۱۱] اور پیشوا بنائے گئے۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اپنے جس بیٹے کو حضرت ابراہیمؑ نے راہ خدا میں ذبح کر دینے کی کوشش کی تھی، وہ حضرت اسماعیلؑ تھے جو بعد میں پیغامبر بنے۔ اپنے اسی فرزند کی معیت میں حضرت ابراہیمؑ نے کعبۃ اللہ کی تعمیر فرمائی۔ اسی سلسلے میں حضرت ابراہیمؑ اپنے خاندان والوں کو بھی مکہ مکرمہ کے لق و دق صحرا میں لے آئے تھے۔ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کا نام ۶۹ بار آیا اور ان کے نام کی ایک سورۃ بھی ہے۔ حضرت ابراہیمؑ کی خدمات جلیلہ کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے انہیں تن تنہا ایک امت قرار دیا ہے کہ ان ابراہیمؑ کان امۃ قانتا للہ حنیفا (۱۶/۱۲۰)۔ وہ مسلمانوں کے باپ کہے گئے بلکہ اپنے پیروؤں کو "مسلمان" بھی قرآن مجید[۱۲]

صدود سے انہوں نے ہی موسوم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد میں کثیر تعداد میں انبیاء مبعوث فرمائے۔ نبی اکرم حضرت محمدؐ بھی ایسے ہی انبیاء میں سے ہیں۔ ان کے واقعہ قربانی کی یاد میں امت مسلمہ عید قربان کی سنت کو پابندی سے ادا کرتی ہے۔ صفا اور مروہ کے بیچ میں حج اور عمرہ کے دوران سعی کرنے کے شعائر بھی ان کی یادوں سے مربوط ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے مشاہدہ و تحقیق اور مخاطبت کے واقعات بھی آئے ہیں۔ وہ ستاروں، چاند اور سورج پر غور کرتے کرتے خالق کائنات کی طرف متوجہ ہوئے"[۱۳] تھے۔ وہ ایمان لانے کے باوجود اطمینان قلب کے جویا تھے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے التماس کی کہ انہیں احیائے موتی کا مشاہدہ کروایا جائے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کے حکم سے انہوں نے چار پرندے ذبح کئے، ان کے جسم کے ٹکڑے ایک پہاڑ کے مختلف حصوں میں رکھا اور پھر انہیں بلایا۔ انہوں نے دیکھا کہ وہ علی الفور زندہ ہوگئے اور پہلی شکل وصورت کے ساتھ دوڑنے اور اڑنے لگے[۱۴] ان کے مخاطبے کا نمونہ نمرود کے ساتھ ان کی ایک گفتگو میں دیکھا جاسکتا ہے۔ نمرود دعویٰ خدائی رکھتا تھا۔ اس نے حضرت ابراہیمؑ کو بلا بھیجا اور ان سے کہا کہ خدا کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ خدا وہ ہے جس کے قبضہ قدرت میں زندگی اور موت ہے۔ نمرود نے کہا کہ زندگی اور موت تو اس کے قبضہ قدرت میں بھی ہے۔ بظاہر اس کا اشارہ اس امر کی طرف تھا کہ وہ جسے چاہے زندہ رکھے اور جسے چاہے قتل کروا دے مگر حضرت ابراہیمؑ نے اس کج بحث سے اس مسئلے میں مزید الجھے بغیر دوسری دلیل فراہم کر دی کہ "خدا وہ ہے جو سورج کو مشرق سے مغرب کی طرف لے جاتا ہے۔ تو اگر خدا ہے تو اسے مغرب سے مشرق کی طرف لے جا"۔ اس محکم دلیل کو سن کر نمرود مبہوت اور ہکا بکا ہو گیا تھا[۱۵]۔

حضرت اسماعیلؑ کے ذبیح اللہ بننے اور تعمیر کعبۃ اللہ میں ان کی شرکت کرنے کا ذکر ہو چکا۔ حضرت یعقوب یا اسرائیل بن اسحٰق علیہما السلام حضرت ابراہیمؑ کے نامور پوتے تھے۔ ان کے مہتم بالشان واقعات میں ایک یہ ہے کہ انہیں پیغام اجل پہنچتے وقت ہی فکر لاحق تھی کہ آیا ان کی اولاد ان کے بعد بھی مسلک توحید پہ گامزن رہے گی اور خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت کو اپنا شعار بنائے رہے گی؟ چنانچہ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی اولاد سے استفسار کیا اور دم واپسیں[۱۶] لیا تھا۔

حضرت لوطؑ کا سلسلہ نسب لوط بن ہاران بن آزر بتایا جاتا ہے۔ اس طرح وہ حضرت ابراہیمؑ کے

بھتیجے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت لوطؑ، شرع ابراہیمی کے پیرو تھے اور دراصل جملہ انبیاء کی دعوت کی بنیادی باتیں یکساں نوعیت کی رہی ہیں۔ حضرت لوطؑ گلہ بانی کرتے تھے۔ مشہور ہے کہ انہوں نے حضرت ابراہیم کی معیت میں بین النہرین سے مصر تک کا سفر کیا تھا اور بعد میں وہ موجودہ اُردن کی سرزمین میں لوگوں کی رشد و ہدایت کے کام میں لگ گئے۔ ان کے حلقہ اثر کو "مردم" کا نام دیا جاتا ہے مگر قرآن مجید میں ان علاقوں کو "مؤتفکات" کہا گیا ہے[۱۷]۔ قرآن مجید میں ۲۳ بار ان کا نام آیا ہے۔ ان کی دعوت پیغامبرانہ میں یوں تو سارے ہی امور شامل ہیں، مگر بدکاری کے خلاف ان کا مبارزہ زیادہ شدید تھا۔ امت لوط میں بدکاری کی ایک ایسی صورت رائج تھی جو قرآن مجید کی روسے اس سے قبل دنیا میں کہیں رواج پذیر نہ ہوئی تھی[۱۸]۔ "لواطت" کے اسی مکروہ و منحوس فعل کے باعث یہ امت نحس نہیں کردی گئی تھی۔ یہاں ایک ضمنی نکتہ قابل ذکر ہے۔ صحائف موسیٰ یا تورات بے شک الہامی ہیں مگر ان کی تعلیمات کے منحرف اور الحاقی ہو جانے کی دلیلوں میں ایک دلیل انبیائے کرام کا ذکر ہے۔ حضرت لوطؑ اور حضرت داؤد وغیرہم کا ذکر تورات میں اس طرح آیا ہے کہ اس سے کوئی ادنیٰ شریف آدمی بھی منسوب نہیں کیا جا سکتا چہ جائیکہ اس کا انتساب انبیائے کبارؑ سے کیا جائے۔ حضرت یوسفؑ کے واقعات زندگی ایک خاص مفصل سورت میں بیان ہوئے ہیں۔ ان کی ولادت کہتے ہیں حضرت ابراہیمؑ سے ۲۵۱ سال بعد ہوئی اور وہ ۱۲۰ سال تک زندہ رہے تھے۔ انہوں نے پیغامبرانہ شان و شکوہ کی حامل سلطنت قائم کی، مگر وہ زندان خانے میں بھی اپنے فرائض سے غافل نہ رہے تھے۔ قرآن مجید میں ہے کہ انہوں نے اپنے ساتھی قیدیوں کو حاکمیت الٰہی اور توحید کے تقاضے بطریق احسن سمجھائے تھے[۱۹]۔ جو لوگ دین و سیاست کی جدائی کی بات کرتے ہیں، حضرت یوسفؑ کی زندگی اور سورۂ یوسف کا مطالعہ ان کے لئے آئینہ عبرت ہو سکتا ہے۔

حضرت ہودؑ :

حضرت ہود علیہ السلام عاد قوم کے پیغامبر تھے۔ اس قوم کا مسکن یمن کے نواح اور حضرموت کے نزدیک کا علاقہ تھا۔ یہ بڑے مرفہ الحال اور طاقتور مگر سرکش قسم کے لوگ تھے۔ انہیں سرمایہ وارانہ تجمل عزیز تھا اور بندگی اور عبودیت کے کاموں سے دور بھاگتے تھے۔ حضرت ہود کی دعوت یہ تھی کہ لوگ حق بندگی پہچانیں اور کبر و نخوت سے مجتنب ہوں[۲۰]۔ آج تک انسانی معاشرے امیر و غریب اور بڑے چھوٹے کے فرق مٹانے

یا اس کے کم کرنے کی کوشش میں ہیں، حضرت ہودؑ نے اپنے زمانے میں یہی دعوت دی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں کہ پیغامبرانہ دعوت میں کس قدر ابدیت کی شان ہوتی ہے۔

حضرت شعیبؑ :

حضرت شعیبؑ کو ان کی فصاحت و بلاغت کی بنا پر خطیب الانبیا کہتے ہیں۔ آپ حضرت لوطؑ کے نواسے بتلائے جاتے ہیں۔ آپ کے مقامات دعوت ایکہ اور مدین تھے۔ ایکہ بحر احمر کے مشرقی ساحل پر تھا حضرت شعیبؑ کے تربیت یافتگان میں حضرت موسیٰؑ بھی تھے۔ آپ مدتوں مدین میں رہے، ان کی گلہ بانی کی اور اس طرح شبانی سے کلیمی تک پہنچے :

دم عارف نسیم صبحدم ہے   اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیبؑ آئے میسر   شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت شعیبؑ کا معاشرہ ہمارے موجودہ معاشرے سے خاصا شبیہ تھا۔ گراں فروشی، چور بازاری ذخیرہ اندوزی، کم تولنا اور ہر قسم کی اقتصادی بد معاملگی اس معاشرے کے نمایاں خدوخال تھے۔ ایکہ اور مدین کے لوگ تاجر تھے۔ موجودہ شام اور لبنان کے لوگوں کے ساتھ ان کے تاجرانہ روابط تھے مگر تجمع دولت کی انہیں عجیب ہوس لاحق تھی۔ اور یہی ہوس ان کی تباہی و بربادی کا موجب بنی۔ قرآن مجید میں حضرت شعیبؑ کی زبانی ان کی قوم کے نام یہ انداز نصیحت ملتا ہے کہ "پیمانہ اور ترازو سیدھا رکھو، لوگوں کی اشیاء کم نہ کرو اور زمین میں اس کی اصلاح کے بعد فساد نہ پیدا کرو"۔ (۸۵ - ۷) زمین کی اصلاح کیا ہے؟ معاشرتی اور معاشی ہمواری اور عدل و انصاف۔ اسی کی ضد "فساد زمین" ہے۔ فساد صرف اخلاقی فساد ہی نہیں، معاشی ناہمواری بھی اسی کی ایک صورت ہے۔ مگر اقبال اسے تملیک ارضی کا کنایہ قرار دے رہے ہیں۔

ارض حق را ارض خود دانی، بگو   چیست شرح آیہ "لا تفسدوا" ؟

حضرت موسیٰؑ :

حضرت موسیٰ بن عمران کا ذکر قرآن مجید میں بہت زیادہ آیا ہے۔ ایسی ۱۲۰ آیات ہیں جن میں ان کا ذکر

ہے۔ حضرت موسیٰؑ کی ولادت کا سال ۱۵۷۱ اور وفات ۱۴۵۱ ق۔م بتائی جاتی ہے۔ اس طرح ان کی مدت عمر حضرت یوسفؑ کی عمر کی طرح ۱۲۰ سال بنتی ہے۔ آپ اولوالعزم انبیاء میں سے ہیں۔ آپ نے آسمانی شرع کے مطابق لوگوں کے اخلاق اور اطوار ڈھالے اور بادشاہ مصر کے استبداد و ظلم سے بنی اسرائیل کو نجات دلائی۔ حضرت موسیٰؑ اور ان کے بھائی حضرت ہارونؑ کے فرعون اور اس کے عمائدین سلطنت کے ساتھ کئی معرکے ہوئے۔ مگر آخر کار کلیمی قوتیں کامیاب ہوئیں اور فرعونی عساکر کو شکست و ریخت سے دوچار ہونا پڑا۔

حضرت موسیٰؑ کے عصر میں طبقاتی کشمکش زوروں پر تھی اور انہوں نے کمزوروں کی حمایت پر توجہ رکھی۔ انہوں نے سرمایہ دارانہ اور ملوکانہ استبداد کے خلاف ایک طویل عرصے تک جدوجہد کی اور اپنے معاشرے کو توحید اور رسالت کے اصولوں اور نیکی اور پاکیزگی کے طریقوں پر استوار کرنے کی سعی بلیغ فرمائی مگر بنی اسرائیل کی جس قوم کی ہدایت کے لئے وہ مبعوث ہوئے تھے، اس نے بڑی مزاحمتیں اور مداہنتیں دکھائیں۔ حضرت موصوف نے سامری ساحر کا فتنہ مٹایا[۲] اور بنی اسرائیل کو جہاد فی سبیل اللہ کے لئے آمادہ کیا۔ اسی طرح بنی اسرائیل فرعون کی غلامی اور جلاوطنی کی زندگی سے رستگار ہوئے۔

فراعین، بنی اسرائیل کے بے حد مخالف تھے۔ انہوں نے صدہا سال سے کئی لاکھ بنی اسرائیل کو قید و غلامی کی زنجیروں میں جکڑ رکھا تھا۔ حضرت موسیٰؑ کا معاصر فرعون رامسز دوم خصوصی طور پر بنی اسرائیل پر ظلم کرتا تھا۔ وہ اور اس کے چند پیش رو بنی اسرائیل کے نرینہ افراد کو قتل کروانے لگے۔ ان حالات میں حضرت موسیٰؑ پیدا ہوئے اور اشارہ غیبی پا کر ان کی ماں نے انہیں ایک تابوت میں بند کر کے پانی میں پھینک دیا۔ یہ تابوت فرعون کے باغات تک پہنچا اور اس طرح حضرت موسیٰؑ کے قصر فرعون میں پروان چڑھنے کا اہتمام ہو گیا۔ جوانی میں حضرت موسیٰؑ نے اپنے قبیلے کے ایک فرد کی حمایت میں ایک فرعون کے حامی شخص کو مکا رسید کیا مگر وہ ضرب جان لیوا ثابت ہوا۔ فرعون کے افراد کے خوف کے مارے حضرت موسیٰؑ اطراف نیل سے بھاگ نکلے اور مدین پہنچے۔ یہاں دست قدرت نے انہیں حضرت شعیبؑ کے دامان تربیت میں پہنچا دیا۔ انہوں نے کئی سال تک حضرت شعیبؑ کی خدمت کی اور آخر

میں ان کے داماد بنے۔ اپنی زوجہ کو ساتھ لے کر وادی سینا سے رات کے وقت گذر رہے تھے کہ کوہ طور کی آگ نے انہیں اپنی طرف متوجہ کیا۔ وہاں پہنچے تو انہیں خلعت نبوت سے مشرف کیا گیا اور کلیم اللہی کا تاج ان کے سر پہ رکھا گیا۔ قرآن مجید کی ۲۹ مختلف سورتوں میں حضرت کلیم اللہ کی زندگی کے مختلف واقعات مذکور ہیں۔ ان کا جلوہ ایزدی[۲۴] کا تمناکرنا، ۴۰ دن کے عابدانہ بیتوتے کے بعد صحائف ہدایت یا توریت سے ان کا نوازا جانا[۲۳]، ید بیضا اور راسی کے سانپ میں بدل جانے کے ان کے معجزات دریائے نیل کا ان کے اور ان کے عسکر کے لئے خشک ہو جانا اور ان کا تعاقب کرنے والے فرعون (رامسز دوم) اور اس کے لشکر کا غرقاب ہونا، معروف واقعات ہیں، جو ہم اکثر پڑھتے یا سنتے رہتے ہیں۔ رامسز دوم کی نعش آج تک قاہرہ کے عجائب گھر میں آئینہ خانہ عبرت[۲۴] ہے، مگر قصص کلیم و فرعون اس سے کہیں بڑے آئینہ خانہ ہائے عبرت و موعظہ ہیں۔

ضرب کاری ہے اگر سینے میں ہے قلب سلیم ۔۔۔ فقر جنگاہ میں بے ساز و میراق آتا ہے
تازہ ہر عہد میں ہے قصہ فرعون و کلیم ۔۔۔ اس کی بڑھتی ہوئی بے باکی و بے تابی سے

حضرت داؤدؑ

حضرت داؤدؑ نبی شرع و کتاب کے حامل پیغامبر تھے۔ انہیں "زبور" نام کی کتاب عطا ہوئی جو نظم و سرود کی صورت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سولہ باران کا ذکر فرمایا ہے۔ آپ کا مولد بیت اللحم ہے اور سال ولادت ۱۰۳۳ ق م۔ آپ بڑے دلیر اور جنگجو شخص تھے۔ جلیات یا جالوت نامی پہلوان پہ ان کا غالب آنا قرآن مجید میں بھی مذکور ہوا ہے[۲۵]۔ بنی اسرائیل نے آپ کو اپنا بادشاہ انتخاب کیا تھا۔ یروشلم آپ کا پایہ تخت اور شام قدیم کا سارا علاقہ ان کے زیر نگین تھا۔ بعد میں وہ نبوت سے بھی سرفراز ہوئے اور اس طرح دین و سیاست آپ کے وجود میں توام ہو گئے۔ انہوں نے عدل و انصاف، حلم و بردباری اور تقویٰ و شجاعت کے اعلیٰ نمونے یادگار چھوڑے ہیں۔ قرآن مجید میں انہیں "خلیفہ" کے لقب سے ملقب کیا گیا ہے[۲۶]۔ اور ان کے تین خاص اوصاف بیان کئے گئے ہیں: وشددنا ملکہ واتینہ الحکمۃ وفصل الخطاب (۳۸/۲۰) مقصد یہ کہ سلطنت کے علاوہ ایک خاص دانائی اور قوت فیصلہ سے بہرہ مند تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں لوہا نرم کر دیا تھا اور وہ نہایت[۲۷] سہولت سے زرہ اور سامان نبرد بنا لیتے تھے۔ حضرت

داؤدؑ کا لایا ہوا پیغام برانہ تمدن نہ فقط دین و سیاست کے اتحاد کا مظہر ہے بلکہ اس سے وہ قوت و شکوہ بھی مترشح ہے جو حق کو باطل کے استیصال کے لئے ہمیشہ فراہم رکھنا چاہیئے۔ (۲۸)

حضرت سلیمانؑ

حضرت سلیمانؑ، حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں غیر معمولی دانش و بینش اور قوت و شکوہ بخشا تھا مگر انہوں نے مال و سلطنت کو ہیچ جانا اور مال و منال کے حقیقی صاحب جل شانہٗ کی طرف اپنی پوری توجہ مبذول رکھی۔

آب در کشتی ہلاک کشتی است　　آب اندر زیر کشتی پشتی است
چون کہ مال و ملک را از دل براند　　زان سلیمان خویش جز مسکین نخواند (رومیؒ)

قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ کا نام ۱۶ بار آیا اور ۵۶ آیات ان کے ذکر کے ساتھ مخصوص ہیں حضرت موصوف نے ۵۲ سال کی مختصر زندگی پائی مگر ان جیسی سلطنت کسی متقدم یا متأخر شخص کو نصیب ہوئی نہ ہوگی (۲۹) کیونکہ قرآن مجید نے اس سلطنت کسی متقدم یا متأخر شخص کو نصیب ہوئی نہ ہوگی، کیونکہ قرآن مجید نے اس سلطنت کے ایسے خدوخال خود بیان کر دیئے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کا تخت ہوا پر اڑتا تھا۔ (۳۰) وہ منطق الطیر (پرندوں کی بولی) جانتے تھے۔ (۳۱) اور قوت شنوائی اتنی دقیق تھی کہ چیونٹی کی آواز بھی سن لیتے تھے۔ (۳۲) انسانوں کے علاوہ، جن و پری بھی ان کے مطیع فرمان تھے اور وہ شیاطین کو بھی بیگار میں پکڑ سکتے تھے۔ (۳۳) ان واقعات زندگی سے ہر طبقہ خیال کے لوگ عجیب قسم کے استنباطات کرتے رہے اور داستان سرائی میں مشغول رہے ہیں۔ چنانچہ ایرانی افسانوں میں جم یا جمشید سے اسی قسم کے کام منسوب رہے ہیں۔ بعض روایات مظہر ہیں کہ حضرت سلیمان کا تخت شیراز، سرینگر اور کئی دوسری جگہوں پر اترا مگر کسی نے بھی اپنی سند و دلیل کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت سلیمانؑ کے "منطق الطیر" جاننے کی ہمارے صوفیا نے دلپذیر توجیہات پیش کی ہیں، مگر یہاں ان امور سے بحث نہیں کی جا سکتی ورنہ "ہدہد" کا معمولی سا ذکر بھی ایک ضخیم کتاب کا حامل ہو سکتا ہے۔ ہدہد پرندے نے حضرت سلیمان کو ملک سبا سے آگاہ کیا اور دوبارہ اس نے حضرت

سلیمانؑ کا وہ پیغام پہنچایا جو انہوں نے ملکہ سبا بلقیس کے نام ارسال کیا تھا[۲۴]۔ یہ پیغام پڑھ کر حاکمہ سبا نے اپنے امرار سے مشورہ کیا کہ کیا کرنا چاہیئے۔ آیا حضرت سلیمانؑ کا مقابلہ کیا جائے یا ایمان لا کر ان کی اطاعت اختیار کی جائے؟ کئی امرار نے جنگ کا مشورہ دیا مگر ان کے مشورے کے جواب میں ملکہ بلقیس نے جو کچھ کہا، اسی کی خاطر ہم نے یہ چند سطور لکھی ہیں۔ قرآن مجید کے مطابق، اس نے کہا کہ جنگ اچھی بات نہیں۔ بادشاہوں میں جب جنگ ہوتی ہے، تو شہر و قریے تباہ ہو جاتے ہیں اور باعزت افراد ذلیل و خوار ہو کے رہ جاتے ہیں کیونکہ ملوک کی سرشت یہی ہے کہ ایک دوسرے کو نیچا دکھائیں۔ لہذا اس نے تحائف دے کر حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضر ہونا اور اطاعت کا اظہار کرنا مناسب جانا۔ اس کام کے لئے اس نے پہلے ایلچی[۲۵] بھیجا تھا۔

ملوک اور آمروں کی جنگجویانہ طینت کے بارے میں جو کچھ حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں آیا ہے، انسانی تاریخ اسی کے بھیانک نمونے فراہم کرتی رہی ہے کہ

ما یت حق از ملوک آمد نگوں قریہ ہا از دخل شان خوار و زبوں۔

یروشلم کا مشہور معبد ہیکل سلیمانی بھی حضرت سلیمانؑ کا تعمیر کردہ ہے گو اس کا مسالہ حضرت داؤدؑ کے زمانے سے تیار ہو چکا تھا لیکن حضرت سلیمانؑ کی نبوت و سلطنت اور ان کے اخلاق و کردار کی اساسیں وہی تھیں جو ان کے والد ماجد حضرت داؤدؑ کے ذکر میں بیان ہو چکیں۔ انہوں نے بھی دین و سیاست کو یکجا رکھا، نہایت عدل و انصاف اور خدا ترسانہ انداز میں حکومت کی اور اپنی ہر کامیابی پر خدا کا شکر ادا کیا حضرت داؤد کسب معاش کے لئے زرہیں بنایا کرتے تھے، حضرت سلیمانؑ نے چٹائیاں اور ٹوکرے بنانا اپنا پیشہ اختیار کئے رکھا۔ دونوں باپ بیٹے نے اتنی عظیم سلطنتوں کے خزانہ عمومی سے اپنے لئے وظیفہ تک نہ لیا۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دینی اوامر و نواہی کے تحت حکومت نہیں چل سکتی۔ نبی اکرم محمدؐ اور ان کے خلفاؓ کے عمل نے ایسے اعتراضات کا قلع و قمع کر دیا ہے، مگر ان سے قبل انبیائے عالم، خصوصاً حضرت سلیمانؑ ایسے باجبروت بادشاہ نے دین و سیاست کے توام ہونے کے عملی ثبوت فراہم کر دیئے ہیں۔

حضرت عیسیٰ مسیحؑ

حضرت موصوف کا اسم گرامی مسیح یا عیسیٰؑ ۲۵ بار قرآن مجید میں آیا ہے۔ آپ قدرت خداوندی سے بن باپ اپنی والدہ حضرت مریمؑ سے متولد ہوئے۔ سن عیسوی یا میلادی آپ کی ولادت کی تاریخ سے آغاز پذیر ہے۔ قرآن مجید آپ کی ولادت کو حضرت آدمؑ کی تخلیق کے مشابہ قرار دیتا ہے۔[۳۶]

حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل کے آخری نبی تھے جو خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰؐ سے کوئی پونے چھ سو برس پہلے عالم میں تشریف لائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کئی معجزات سے بہرہ مند کر رکھا تھا مگر ان کا سب سے بڑا معجزہ یہ تھا کہ حضرت روح القدس کی انہیں خاص تائید حاصل تھی۔[۳۷] انہوں نے شرک کے خلاف مؤثر آواز اٹھائی اور بنی اسرائیل کے اس عقیدہ کو رد کیا کہ حضرت عزیر (نعوذ باللہ) اللہ کے بیٹے ہیں۔[۳۸] وہ اپنے آپ کو عبداللہ (بندہ خدا) کہتے رہے اور اپنے پیروں کو خدا پرستی اور نیکی کی تلقین کرتے رہے۔[۳۹] انہوں نے کہانت اور مذہبی پیشوائیت کے طلسم کو توڑا اور الہامی کتاب "انجیل" کے مطابق اپنے معاشرے کو تشکیل دیا۔ حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں کی سخت مقاومت کا سامنا ہوا اور ابتدا میں ۸۰ دھوبی (حواری) ان پر ایمان لائے مگر رفتہ رفتہ ان کا حلقہ اثر بڑھتا چلا گیا۔ عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق روم کے یہودی حاکم فلاطوس نے حضرت عیسیٰؑ کو مصلوب کر دیا تھا۔ مگر قرآن مجید کی رو سے یہودیوں کا یہ ادعا ایک طرح کا التباس ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ روح اللہ آسمان کی طرف اٹھا لئے گئے تھے۔[۴۰]

آسمانی کتابوں میں جو کتاب من وعن اپنی اصلی حالت میں اب تک موجود ہے اور موجود رہے گی، وہ صرف قرآن مجید ہے۔ دیگر آسمانی کتابوں، جیسے توریت، زبور اور انجیل، میں تحریف ہو چکی۔ انجیل کے تین چار متن لوقا، مرقس اور متی اور یوحنا کے نام سے جو ان وقت متداول ہیں،[۴۱] وہ ولادت مسیحؑ سے صدیاں بعد مرتب ہوئے اور ان میں مرتبین کے دید و شنید اور ان کے ذاتی میلانات کو بہت کچھ دخل ہے پھر بھی ان کتابوں کے ذریعے حضرت مسیحؑ کی تعلیمات کے بعض گوشے نمایاں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً انجیل لوقا باب چہارم میں حضرت عیسیٰؑ سے یہ الفاظ منسوب ہیں:

"خدا نے مجھے مبعوث فرمایا تاکہ بے سہارا افراد کی مدد کروں، دل شکستہ لوگوں کی دل جوئی کروں، غلاموں اور اسیروں کو نجات دلاؤں، اندھوں اور گمراہوں کو بصارت اور راہ ہدایت دلاؤں اور کمزوروں کو تقویت دوں۔

انجیل مرقس کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیروؤں کو تلقین کی تھی کہ اپنی احتیاجات سے زائد مال و منال فقرا و غربا کو دے دیا کرو۔ انجیل متی کے باب ششم میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے انسانوں کو طبقہ بندی، اونچ نیچ اور ہوس مال سے منع فرمایا تھا۔ انجیل یوحنا میں مستبد یہودی حکام کے حضور حضرت عیسیٰؑ کی بے باکانہ تقاریر کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں۔ دین حضرت آدم تا حضرت محمدؐ ہر پیغامبر کی شریعت میں چونکہ اساساً ایک تھا اس لئے حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات کے منقولہ نمونے اسلام سے مطابقت رکھتے ہیں۔ ویل ڈورینٹ نے "تاریخ تمدن" میں حضرت عیسیٰؑ کی تمدن ساز اور فرہنگ پرور شخصیت پر بڑی مفصل بحث کی ہے۔

یہاں مسلمانوں، عیسائیوں یا دوسری اقوام کے اپنی تعلیمات سے منحرف ہو جانے کی بحث بے ربط ہوگی، مگر یہ نکتہ قابل توجہ ہے کہ عالم مسیحیت جو تعداد میں ہر دوسری ملت سے زیادہ ہے، توحید کے بجائے "تثلیث" کا معتقد ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی حقیقی تعلیمات میں اس نے افراط برت رکھا ہے یا تفریط۔ حضرت عیسیٰؑ کے مولد ملک شام، میں فرنگی فاسد مدنیت کے بارے میں علامہ اقبال نے جو دو طنزیہ اشعار کہے، وہ اس وقت عالم مسیحی کی حالت پر صدق کرتے ہیں:

فرنگیوں کو عطا خاک سوریا نے کیا — نبی عفت و غم خواری و کم آزاری

صلہ فرنگ سے آیا ہے سوریا کے لئے — مے و قمار و ہجوم زنان بازاری

تاہم اس وقت انبیائے کرام کی حقیقی تعلیمات کا ماخذ قرآن مجید ہی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف گذشتہ انبیاؑ کی موحدانہ تعلیمات کی تصدیق کرتی ہے بلکہ بار بار یہ نکتہ سمجھاتی ہے کہ فروعی تغیرات کے سوا، دین کی اساسیات ہر ماحول اور ہر زمانے کی یکساں نوعیت کی رہی ہیں۔

سطور بالا میں چند انبیاء و رسل کے بارے میں کچھ باتیں اظہار ارادت کی خاطر لکھی گئیں۔ دیگر انبیاء کے اجمالی ذکر سے صرف نظر، حضرت محمدؐ اور اسلام کے بارے میں کچھ لکھنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے کیونکہ آپ

کی تعلیمات اور سیرت پر لاتعداد کتابیں موجود ہیں اور اس جامع سیرت اور ہدایات آسمانی کے اس تکملے کے بارے میں مختصراً بھی کہہ سکتے ہیں کہ یہ مکمل دستور حیات ہے اور ہر ملک اور ہر معاشرے کی ضرورتیں ابدالآباد تک پوری کرتا رہے گا :

نسخہ اسرار تکوین حیات — بے ثبات از قوتش گیرد ثبات
حرف او را ریب نے ، تبدیل نے — آیہ اش شرمندہ تاویل نے (۴۲)
نوع انسان را پیام آخرین — حامل او رحمۃ للعالمین (۴۳)

حاشیے

۱۔ وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر (۳۵/۲۴) ولکل قوم ہاد (۱۳/۷)

۲۔ قرآن مجید (۲۳/۷۱)۔

۳۔ ایضاً (۷/۵۹)

۴۔ ایضاً (۷۱/۲۶)؛ وقال نوح رب لا تذر علی الارض من الکفرین دیارا۔

۵۔ وان من شیعتہ لابراہیم (۳۷/۸۳)

۶۔ قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراہیم (۶۰/۴)

۷۔ ایضاً (۴/۱۲۵)

۸۔ ایضاً (۱۹/۸۷)

۹۔ ایضاً (۷۰/۲۱)

۱۰۔ ایضاً (۱۰۷/۳۷)

۱۱- ایضاً (۲/۱۲۴) قال انی جاعلک للناس اماماً۔

۱۲- قرآن مجید (۲۲/۷۸) ملة ابیکم ابراھیم ھو سماکم المسلمون من قبل۔

۱۳- قرآن مجید آیات ۷۵ تا ۷۸/۶۔

۱۴- ایضاً ۲/۳۶۰

۱۵- ایضاً ۲/۲۵۸ قال ابراھیم فان اللہ یاتی بالشمس من المشرق فأت بھا من المغرب۔
فبھت الذی کفر۔

۱۶- ایضاً (۲/۱۳۳)

۱۷- مثلاً آیہ ۵۳ سورہ ۵۳ موتفکات یعنی اوندھی گرائی جانے والی بستیاں، چونکہ یہ علاقے عذاب الٰہی میں مبتلا ہو کر تحس نحس کر دیئے گئے تھے۔ دیکھیں آیات ۱۶۰ تا ۱۷۷ سورہ ۲۶ الشعرا۔

۱۸- قرآن حکیم (۲۹/۲۸)۔

۱۹- سورہ یوسف (۱۲): ان الحکم الا للہ ط امر الا تعبدو الا ایاہ ذلک الدین القیم
(آیہ ۴۰)

۲۰- قرآن مجید آیات ۱۲۳ تا ۱۴۰، الشعرا۔

۲۱- دیکھیں آیات ۸۴ تا ۹۸ سورہ ۲۰، طٰہٰ۔

۲۲- قرآن کریم (۷/۱۴۳) ۲۳- سورہ طٰہٰ ملاحظہ ہو۔ دوسرے مقامات پر بھی اس واقعے کا ذکر ہے۔

۲۴- قرآن مجید نے اس فرعون کے بدن کو آئینہ عبرت بنائے رکھنے کی خبر دے دی تھی کہ فالیوم ننجیک ببدنک لتکون لمن خلفک ایہ (۱۰/۹۲)

۲۵- قرآن مجید (۲/۲۵۱)

۲۶- یاداؤد انا جعلنک خلیفة فی الارض فاحکم بین الناس بالحق ولا تتبع الھوی۔ فیضلک عن سبیل اللہ۔ (۳۸/۲۶)

۲۷ - قرآن حکیم (۱۰-۱۱/ ۳۴) -

۲۸ - واعدوالهم ما استطعتم من قوة ومن رباط الخیل ترهبون به عدوّ الله وعدوکم واخرین من دونهم لا تعلمونهم الله یعلمهم (۸/۶۰) -

۲۹ - قرآن مجید (۳۵/۲۸)

۳۰ - ایضاً مثلاً ۳۴/۱۱ - ولسلیمن الریح غدوها شهر ورواحها شهر - جن وپری اور شیاطین کا ان کا مطیع ہونا، منجملہ دیگر آیات، اسی آیہ کریمہ میں بھی مذکور ہوا ہے -

۳۱ - القرآن (۲۷/۱۷)

۳۲ - دیکھیں سورہ النمل میں ان کے لشکر کے "وادی موراں" میں سے جانے کا ذکر -

۳۳ - ۳۳ - آیہ ۱۱ سورہ ۳۴ ملاحظہ ہو -

۳۴ - قرآن مجید (۳۰/۲۷)

۳۵ - قالت ان الملوک اذا دخلوا قریة افسدوها وجعلوا اعزة اهلها اذلة وکذالك یفعلون وانی مرسلة الیهم بهدیة فناظرة بم یرجع المرسلون (۳۴-۳۵/۲۷)

۳۶ - قرآن مجید (۲/۵۹)

۳۷ - ایضاً منجملہ آیات (۲/۲۵۳)

۳۸ - ایضاً (۳۰/۹) -

۳۹ - ایضاً (۴/۱۷۲)

۴۰ - قرآن مجید

۴۱ - راقم الحروف کے پیش نظر فارسی متون ہیں -

۴۲ - لاریب فیہ (۲/۲) لاتبدیل لکلمات اللہ (۱۰/۲۴) -

۴۳ - قرآن مجید ۲۱/۱۰۷ : وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین -

نوٹ : ذکر انبیاء کے بارے میں ہمارے پیش نظر المعجم المفہرس الفاظ القرآن الکریم مرتبہ محمد فواد عبدالباقی ہے سوانحی حصے کی خاطر ملاحظہ ہو :

اعلام قرآن تالیف ڈاکٹر محمد خزائیلی (تہران) النبوہ والانبیاء مولف استاذ سید ابوالحسن علی ندوی، دارالمعارف (فرید وجدی) اور تاریخ الانبیاء (ثعالبی)